ریاست میں تصوّرِ قومیّت اور بین الاقوامی تعلقات

ڈاکٹر مطلوب احمد*

محمد انس گورایہ**

The western concept of nationalism can be declared Islamic as its basics are contrary to Islam. The modern nationalism has divided Muslim Ummah into parts. The Islam gives the concept of Ummah that is eternal universal and global. The foundation stones of concept of Ummah are Islamic believes. Islam also provides detailed guidance about relations with non-Muslims. The article discloses core information about modern nationalism & Islamic concept of Ummah.

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لیے زندگی کے ہر پہلو میں کامل رہنمائی کرتا ہے۔ عصر حاضر میں انفرادی واجتماعی لحاظ سے معاشرہ میں بگاڑ موجود ہے جیسے لبرل ازم کی آڑ میں فحاشی، مشورہ اور قربت کے نام پر غیبت، معاشی ترقی کا حصول سود کی شکل میں نیز ثقافت کے فروغ کے لیے عریانی کا عام ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام امور کا سدباب محض وعظ وتذکیر سے ممکن نہیں بلکہ ایک طاقت کی ضرورت ہے جو ان پر بزور شمشیر قابو پا سکے، اسی کو ریاست وحکومت کہتے ہیں۔ جب کہ اسلامی ریاست کی اہمیت اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ دعا منگوائی جاتی ہے۔

وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَاناً نَّصِيراً(۱)

''اور دعا کرو کہ پروردگار مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو مددگار بنا دے۔''

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں۔

''اسلام دنیا میں جو اصلاح چاہتا ہے وہ صرف وعظ وتذکیر سے نہیں ہو سکتی بلکہ اس کو عمل میں لانے کے لیے سیاسی طاقت بھی درکار ہے پھر جب کہ یہ دعا اللہ نے نبی کو خود سکھائی ہے تو ثابت ہوا قامت دین اور نفاذ شریعت اور اجرائے حدود اللہ کے لیے حکومت چاہنا اور اس کے حصول کی کوشش کرنا نہ صرف جائز بلکہ مطلوب و مندوب ہے۔''(۲)

صاحب کشاف بیان کرتے ہیں۔

(سلطاناً) حجة تنصرني على من خالفني او سلكاً او عزاً قوياً ناصر للاسلام على الكفر مظهر له

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

**پی ایچ ڈی سکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

علیہ' واجیبت دعوتہ بقولہ واللہ یعصمک من الناس (المائدہ:٦٧) فان حزب الله هم الغالبون (المائدہ ٥٦) لیظهرہ علی الدین کلہ (التوبہ:٣٣) لیستخلفنهم فی الارض (النور:٥٥) ووعدہ لینز عن ملک فارس والروم فیجعلّہ لہ (٣)

''(حکمران) دلیل ہوتا ہے اسلام کے لئے کفر کی مخالفت میں عزت والا' درست سمت والا اور طاقت والا ہوتا ہے اور اس قول سے جواب دیتا ہے ''خدا ہی تجھے لوگوں کی تکلیف سے محفوظ رکھے گا'' (المائدہ: ٦٧) ''پس بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہوا کرتی ہے۔'' (المائدہ: ٥٦) ''تا کہ تمام دینوں پر اسے غالب کرے'' (التوبہ:٣٣) ''ان کو زمین پر حاکم بنا دے گا'') النور: ٥٥) ''اور اس (اللہ) کا وعدہ ملک فارس اور روم کا (کفار سے) چھین کر مسلمانوں کو وارث بناتا ہے۔''

تفسیر کبیر میں سورہ بنی اسرائیل: ٨٠ کے ذیل میں درج ہے۔

وَقَدْاَجَابَ اللّٰہُ دَعَاہُ (٤)

''اور یقیناً اللہ نے اس دُعا کو قبول فرمایا۔''

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

قال الحسن البصری فی تفسیرها وعدہٗ ربہ بعذ لینزعن ملک فارس و عذّفارس ولیجعلنہ لہ' وملک الروم و عزالروم وقال قتادۃ فیها ان نبی اللہ صلی الله علیه وسلم ان لاطاقة لہ لهذالامر ء الابسلطان فسأل سلطانا نصیراً الکتاب الله' ولحدود الله' ولفرائض الله ولاقامة دین الله فان سلطاناً رحمة من الله جعله بین اظهر عبادہ ولولا ذلک لا غاربعضهم علی بعض فاکل شدید هم ضعیفهم' (٥)

''حسن بصریؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ رب کریم کا وعدہ فارس کا چھین کر اس کا وارث بنانا اسی طرح سلطنت روم عطا کرنا اور قتادہ اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا کرنے کی طاقت صرف حکمران کے پاس ہے' وہ کتاب اللہ کا مددگار اور حدود اللہ کا پاسدار' فرض شناس' اللہ کے دین کا قائم کرنے والا۔ پس بے شک حکمران لوگوں کے لئے اللہ کی طرف سے رحمت بنایا گیا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتو کچھ لوگ دوسروں کو ختم کردیں اور طاقتور کمزور کو کھا جائیں۔''

پھر آخر میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

"ان اللہ لیزع بالسلطان مالا یزع بالقرآن'' ای لیمنع بالسلطان عن ارتکاب الفواحش والاثام مالا یمتنع کثیر من الناس بالقرآن ومافیه من الوعید الاکید والشهدید الشدید و هذا هوالواقع (٦)

''بے شک اللہ حکمران سے وہ کام کراتا ہے جو قرآن سے نہیں ہوتا'' (الحدیث) یعنی سلطان بت پرستی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اور بے حیائی سے روکتا ہے جو بہت سے لوگ مل کر بھی قرآن سے نہیں روک سکتے اور اس میں سخت مزاحمت (عوام) کا نہ ہونا بلکہ طاقت (حکمران) کا ہونا ہے۔''

مندرجہ بالا آراء کی روشنی میں اسلامی ریاست کا قیام ایک مسلمہ حقیقت بن جاتا ہے جس کے بغیر امن عالم محال ہے۔ مگر کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے اقتدار کی ہوس پیدا ہوتی ہے خود کو حکمرانی کا طالب بنانا اسلام میں جائز نہیں کیونکہ سلطان کا انتخاب تو صرف شوریٰ ہی کر سکتی ہے؟

یہ محض غلط فہمی اور کم علمی ہے۔ مولانا مودودی نے اس کا جواب یوں دیا ہے۔

''نفاذ شریعت اور اجرائے حدود اللہ کے لئے حکومت چاہنا اور اس کے حصول کی کوشش کرنا نہ صرف جائز بلکہ مطلوب و مندوب ہے۔ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو اسے دنیا پرستی یا دنیا طلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دنیا پرستی اگر ہے تو یہ کہ کوئی شخص اپنے لیے حکومت کا طالب ہو رہا' خدا کے دین کے لیے حکومت کا طالب ہونا تو یہ دنیا پرستی نہیں بلکہ خدا پرستی ہی کا عین تقاضا ہے۔'' (۷)

علامہ ابوداؤدؒ ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

''فالسلطان ولی من لاولی له'' (۸)

''حکمران اس کی خبر رکھنے والا ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔''

جس کا مطلب یہ ہے کہ بے روزگار' مفلوج' کم آمدن افراد' غرباء' مساکین' فقراء' شاہی نوکری والے وغیرہ وغیرہ یعنی ریاستی حدود کے اندر واقع ہر ذی جان کی ولایت ''سلطان'' کے ذمہ ہے۔ اب ذرا سوچئے اگر اسلامی ریاست ہی نہ ہو تو کون کفالت کرے گا؟

قومیت کا مفہوم

قوم جسے انگریزی میں Nation کہتے ہیں۔ (۹) اس کی جمع اقوام ہوتی ہے' اگر قوموں کا آپس میں ذکر ہو تو بین الاقوامی کہلاتا ہے، جس کی انگریزی International اور عربی ''دُوَل'' ہے۔ (۱۰)

لفظ قوم سے مراد آدمیوں کا گروہ' جماعت' (۱۱) فرقہ اور خاندان ہے۔ (۱۲) جبکہ اصطلاحاً ابن منظور بیان کرتے ہیں۔

''اس کے بارے میں دو آراء ہیں' اوّل وہ گروہ جس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہوتے ہیں۔ دوم وہ جماعت، صرف مردوں سے تشکیل پائے عورتوں کے سوا۔'' (۱۳)

جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ(۱۴)

''کوئی ایک قوم کسی دوسری کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے وہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتیں دوسروں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔''

اسی طرح احمد مصطفیٰ مراغی لکھتے ہیں۔

اطلاقة على الرجال دون النساء كما في الاية (۱۵)

''اس کا اطلاق صرف مردوں پر ہوگا، عورتوں پر نہیں جیسا کہ آیت میں ہے۔''

تفسیر جلالین میں الی رجال منکم کے الفاظ ملتے ہیں۔(۱۶) جس کا واضح مطلب لفظ قوم میں صرف مرد شامل ہیں۔

دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے۔

''لفظ قوم لام تعریف کے بغیر عام لوگوں کے لیے اس معنی میں استعمال ہوتا ہے جس معنی میں انگریزی زبان کا لفظ People فرانسیسی کا Gens جرمن کا Leute استعمال کیا جاتا ہے۔''(۱۷) مثال کے طور پر ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ(۱۸)

آکسفورڈ ایڈوانسڈ لرنرز لغت میں درج ہے۔

A Group of people with the same language, culture and history who live in a particular area under one government.(۱۹)

''لوگوں کا گروہ جو یکساں زبان، ثقافت اور تاریخ رکھتا ہو ایک خاص علاقہ میں حکومت کے تحت رہتا ہو۔''

ویکیپیڈیا میں لکھا ہے۔

A nation may refer to a community of people who share a common language, culture, ethnicity, descent or history. (۲۰)

''قوم لوگوں کی ایسی جماعت جو ایک زبان، ثقافت، اخلاقیات اور تاریخ رکھتی ہو۔''

یوں معلوم ہوا ایسا گروہ، جماعت جس میں اقدار و روایات، ثقافت اور تاریخ مشترک ہو، قوم کہلاتی ہے۔ اسی سے قومیت کا تصور پیدا ہوتا ہے نیز اگر ایک گروہ کی سماجیات و معاشرت کسی دوسری جماعت سے اشتراک کرے، تو یہ بین الاقوامی معاملہ ہوگا۔اسی سے بین الاقوامیت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مغربی تصورِ قومیت

تصورِ قومیت جاننے کے لئے ضروری ہے کہ معلوم ہو اس کا آغاز کیسے ہوا' ابتداء کس مفہوم میں استعمال ہوا۔ تاریخ کے ریکارڈ کے مطابق ایسی پہلی کاوش میسوپوٹیما میں لگ بھگ دو ہزار قبل مسیح میں کی گئی تھی۔ (۲۱) پھر ہندی اور چینی فلاسفر کی کاوشیں بھی اہم ہیں۔ انہوں نے ایسے قوانین اور اصول وضع کرنے کی کوششیں کیں جو بین الاقوامی تعلقات کو منضبط کرنے کی بنیاد بن سکیں۔ (۲۲) ان نسبتاً ترقی یافتہ معاشروں کے ساتھ ساتھ' زمانہ قدیم میں' خودمختار بادشاہوں اور عوام کے درمیان تعلقات کو منضبط کرنے کے طریق کار کے قواعد موجود تھے جو ان کے اپنے استعمال اور تجربات سے وجود میں آئے تھے۔ عیسائیت کے آغاز سے صدیوں پہلے مصری ایسے متعین قواعد وضوابط سے واقف تھے۔ (۲۳) پھر رومیوں کی وسیع سلطنت میں عالمی قانون وعدل کا تصور متعارف ہوا اور وہ انہی کے مطابق دوسری اقوام پر حکومت کیا کرتے تھے۔ رومیوں نے عوامی قانون (JusGentilln) متعارف کروایا۔ وہی قانون اب مغربی عیسائیت نے عالمگیر برادری کے آئیڈیل کو سلطنت روما (Imperillm romanum) کے بدل کے طور پر پیش کیا۔ (۲۴)

انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز میں لکھا ہے۔

> The word "Nation" stems from the Latin verb nasci, "to be born", and originally meant a group of people born in the same place, wether that place was thought of a few dozen or many thousand of square miles. In the European Universities of the late middle ages, 'Nations were group of students who came from the same region or country. Somewhat later, a primary and secondry meaning evolved, political usage adopting the former and legal usage in latter. To French redical writer in the eighteen century a nation meant the people of a given country. (۲۵)

''نیشن کا لفظ لاطینی ''Nasci'' سے ماخوذ ہے جس کا مطلب پیدا ہونا اور حقیقتاً ایک جگہ پر بہت سے لوگوں کا پیدا ہونا ہے' خواہ یہ جگہ گزوں کے حساب سے ہو یا کئی ہزار مربع میل' عہد وسطی کے آخر میں یورپین یونیورسٹیز میں 'قومیں' طالب علموں کے ان گروہوں کو کہا جاتا تھا جو ایک علاقہ یا ملک سے آئے ہوں۔ تاہم بعد میں اس کا ایک بنیادی اور ایک ثانوی مفہوم بن گیا، سیاسی معنوں میں اول الذکر اور قانونی معنوں میں مؤخر الذکر۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں انقلاب فرانس پر لکھنے والوں نے قوم (Nation) کو ان لوگوں کے لئے لکھا جو ایک ملک میں رہتے تھے۔''

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دورِ حاضر میں ''نظریہ قومیت'' کا بانی میکاؤلی کو کہا جاتا ہے' حالانکہ اس کا موجد میکاؤلی نہ تھا بلکہ دراصل یہ نظریہ تو رومی تصور سے ماخوذ ہے جو دیگر علوم وفنون کے ساتھ روم سے برآمد ہوا' لیکن چونکہ نئے دَور میں نئے انداز سے پیش کیا گیا۔ اِدھر معاشرہ نے تہی دامنی کی وجہ سے من وعن درجہ قبولیت دیا اسی بناء پر نام ہوا۔(۲۶)

انیسویں صدی میں جمہوریت کو فروغ ملنا شروع ہوا اور مطلق العنان حکومتوں کے تختے اُلٹنے شروع ہوئے۔ جمہوریت کی تحریک سب سے پہلے یورپ میں شروع ہوئی۔ اسی کشمکش میں ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ یہ تصور قومیت (Nationalism) تھا۔ انقلاب فرانس نے اس خیال کو مزید تقویت دی۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس کو عام قبولیت نصیب ہوئی لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ خیال انیسویں صدی کا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے یہ خیال دنیا میں موجود ہی نہ تھا بلکہ اس سے پہلے بھی دنیا میں نیشنز اور ملتیں تھیں اور وہ اپنی ملی حیثیت میں جداگانہ خصوصیتوں اور سرگرمیوں کے باعث ایک دوسرے سے ممیّز بھی تھیں' صرف مطلب یہ ہوتا کہ اس سے پہلے یہ جذبہ نمایاں ہوکر سامنے نہ آیا تھا جیسا کہ یورپ میں پروان چڑھا۔

مغربی قومیت کا فروغ

پوری دنیا بالعموم جبکہ یورپی عوام بالخصوص کیپٹلزم (Capitalism)' سوشلزم (Socialism) اور کیمونزم (Communism) کے چنگل سے نکلنا چاہتی تھی تو نیشنلزم (Nationalism) نے وہ راہ دکھائی جس میں علاقہ' آب وہوا اور رنگ ونسل کو سمیٹا جاسکتا تھا۔ یوں یورپی عوام مختلف اقوام میں منقسم ہوگئی۔

اہل مغرب کے جذبات کی غمازی بھی اس تصور سے ہوتی تھی جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس میں درج ہے۔

> This national Sentiment grips human nature by both hands. By the left hand it allies itself to self- interest, personal pride and all the egoistic train, rejoicing the poor man by the common wealth, exalting the mean man by contemplation of the national glory. By the right hand it swings to higher level the individual will to the level of disintrested affection, self devotion, cheerful, acceptance of said duty as the chief aim of individual life.(۲۷)

''اس طرح قومی جذبہ انسانی فطرت کو دونوں ہاتھ سے پکڑتا ہے' بائیں ہاتھ سے ذاتی دلچسپی میں ہوتی ہے' ذاتی فخر اور اَنا پرستی کی گاڑی چلتی ہے' امراء غریب لوگوں کا استحصال کرتے ہیں' اپنے مطلب نکالنے کے لئے قومی عظمت کا نام دیتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو انفرادی خواہش کے لئے اعلیٰ درجہ کی طرف لے جاتا ہے..... ان غیر دلچسپ اثرات تک پہنچنا ہے' خود کو وقف کرنا' سماجی فرائض کی بجاآوری جیسا کہ انفرادی لحاظ سے زندگی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کا بڑا مقصد ہو۔''

اسی وجہ سے انقلاب فرانس کے بعد قومیت کو جذباتی اور روحانی فروغ ملا۔ قوم اور ریاست اگرچہ الگ الگ پہچان رکھتے ہیں تاہم دونوں میں اشتراک بھی ہے۔ کبھی کبھی ریاستیں' قومیں بناتی ہیں جیسے مغربی یورپ میں ہوا اور کبھی قومیں بھی ریاستیں بناتی ہیں جیسے مشرقی یورپ میں ہوا۔

پروفیسر رابرٹ نے ۱۹۳۳ء میں رائل انسٹیٹیوٹ آف انٹرنیشنل آفیئر میں قومیت کے فروغ کے لئے درج ذیل نکات بیان کئے۔

۱۔ ایک مشترکہ حکومت کا قیام جہاں ماضی' حال اور مستقبل کے حقائق پیش پیش ہوں۔

۲۔ تمام انفرادی ممبران کے درمیان خاص تعلق ہو۔

۳۔ غیر قوم سے خاص پہلوؤں سے تعلقات ہوں' زبان فہمی پائی جائے۔ بین الاقوامی زبانوں جیسے انگریزی' فرنچ' جرمن کا علم ہو' ان میں مذہب اور قومی اقدار نمایاں ہوں۔

۴۔ قوم کی تعمیر میں مہارتی تعلیم (فنون) بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

۵۔ مشترکہ خواہشات واحساسات پر توجہ مرکوز کر کے قوم کے ہر فرد کے ذہن میں تصویر ہو۔(۲۸)

جنگ عظیم اوّل (1914ء تا 1919ء) اور جنگ عظیم دوم (1939ء تا 1944ء) کے بعد منتشر اقوام کو متحد کرنے کے لئے ایک ادارہ قائم کیا گیا جسے ''اقوام متحدہ'' (U.N.O) کا نام دیا گیا۔ جس سے یہ توقع کی گئی کہ اپنی پیش رو ''انجمن اقوام'' کے مقابلہ میں کامیاب تر ثابت ہوگی' لیکن دونوں کی عالمی تنظیموں کی تہہ میں یکساں کمزوریاں کارفرما تھیں۔ سابقہ لیگ آف نیشن (League of Nations) کی طرح اقوام متحدہ کی رکنیت کے لئے بھی قومیت پر مبنی ریاست کو اساسی اصول قرار دیا گیا' جو خود مختار ہو اور قومی مفاد کی نگہبانی کر سکتی ہو۔ اس تنظیم کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل۔ سلامتی کونسل میں دائمی ارکان کی حیثیت سے پانچ مستقل رکن ممالک کے علاوہ جنرل اسمبلی سے بھی مقررہ مدت کے لئے منتخب ممالک ہوتے ہیں' جو اقوام متحدہ کی عاملہ مشینری پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ اب جنرل اسمبلی میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کر کے سلامتی کونسل میں پیش ہوتا ہے پھر عملدرآمد ہوتا ہے' لیکن حقیقتاً جب سلامتی کونسل (Security Council) کوئی فیصلہ لینا چاہے تو پہلے رکن ممالک کے قومی مفادات کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اگر ٹکرائے تو نظر ثانی کی جاتی ہے' اگر فیصلہ انتہائی ضروری ہو تو قرارداد منظوری کے بعد مناسب حالات کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یہی دو خامیاں قصداً کی جاتی ہیں جو اقوام متحدہ اور اس جیسی کئی تنظیمات کو غیر فعال بنا دیتی ہیں۔

درحقیقت مغربی تصور قومیت اپنی اساسیات کے لحاظ سے ناپائیدار ہے جس کا بین ثبوت اقوام متحدہ میں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

پاس ہونے والی قراردادوں پر عملدرآمد نہ ہونا ہے۔ ذیل میں اسلامی تصورِ قومیت کی روشنی میں اس کا حل پیش ہے۔

اسلامی تصورِ قومیت

بنی نوع انسان کی تشفی کے لئے قرآن وحدیث تاریخ کے مستند ترین ذرائع ہیں۔ جو معلومات شریعت سے مصدقہ ہوں نہ تو خلاف عقل ہوتی ہیں اور نہ ہی باہم نزاع کا باعث بنتی ہیں۔ قرآن حکیم کی تعلیمات سے منتشر اقوام یکجا ہوئیں، جنگجو قبائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں اصلاح وفلاح کے پہلو تلاش کرتے رہے۔ تصورِ قومیت سمجھنے کے لئے قرآن مجید سے رہنمائی طلب کرتے ہیں تاکہ حقائق سامنے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ ''قوم'' ایک جیسے لوگوں کا گروہ، یکساں عادات کے متحمل افراد کے لئے خواہ وہ نیکی کی طرف میلان طبعی رکھتے ہوں یا بدی پر بضد ہوں، میں استعمال کیا ہے۔ جبکہ عصر حاضر میں مغالطہ یہ پیش آیا کہ خاندان قبیلہ، رنگ، نسل اور زبان قومیت کی بنیاد بنا دیا گیا جس میں مادیت پرستی غالب عنصر ہے۔

اوّل الذکر اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام دین الٰہی اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو مسلم قومیت کا حامی ہے نہ طرفدار بلکہ موجودہ دور میں گروہی تقسیم کا قلع قمع کرتا ہے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو ''بنیان مرصوص'' اور جسد واحد بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۲۹)

''اور ہر قوم کے لئے ہادی (ہدایت ورہنمائی دینے والا) ہے۔''

آیت بالا میں ''قوم'' استعمال ہوا ہے، اس کی تفصیل درج ذیل دلائل سے ہوتی ہے۔

۱۔	لِقَوْمٍ يَشْكُرُون (۳۰)	''شکر کرنے والی قوم کے لئے''
۲۔	لِقَوْمٍ يَفْقَهُون (۳۱)	''سمجھ بوجھ رکھنے والی قوم کے لئے''
۳۔	لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُون (۳۲)	''ایمان رکھنے والی قوم کے لئے''
۴۔	لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُون (۳۳)	''نصیحت حاصل کرنے والی قوم''
۵۔	الْقَوْمَ الظَّالِمِيْن (۳۴)	''ظلم کرنے والی قوم''
۶۔	الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ (۳۵)	''کافر ہونے والی قوم''
۷۔	الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ (۳۶)	''جرم کرنے والی قوم''
۸۔	الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ (۳۷)	''گناہ گار قوم''

حقیقت یہ ہے کہ قوم کا لفظ کفر کرنے والے، ایمان لانے والے، گناہ کرنے والے، نصیحت حاصل کرنے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

والے اور مجرم کے لئے متعدد بار قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ اس میں کسی گروہ، جماعت یا اتحاد کی تخصیص کب پائی جاتی ہے۔ صرف پہچان اور نشان دہی ضرور ہوتی ہے۔ یوں دو یا زائد افراد قوم کے زمرے میں آتے ہیں۔ قرآن کریم میں انبیاء و رُسل اپنی اپنی قوم کو باقاعدہ خطاب فرما کر مقصد حیات بتاتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔

۱۔ لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحاً إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ (۳۸)

''البتہ تحقیق ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا انہوں نے فرمایا اے قوم! تمہیں کیا ہو گیا ہے، اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

۲۔ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءاؤا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ (۳۹)

''یقیناً تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، انہوں نے اپنی اپنی قوم کو کہا بے شک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ہم ان سب سے بری الذمہ ہیں۔''

۳۔ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُواْ اللّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ (۴۰)

''اور مسیح علیہ السلام نے فرمایا! اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو، میرا اور تمہارا رب ہے۔''

۴۔ وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ (۴۱)

''اور عاد کی طرف ان کے بھائی حضرت ہودؑ کو بھیجا، انہوں نے فرمایا، اے قوم! اللہ کی عبادت کرو۔''

۵۔ وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحاً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ (۴۲)

''اور ثمود کی طرف ان کا بھائی حضرت صالح علیہ السلام بھیجا، انہوں نے فرمایا اے قوم! اللہ کی عبادت کرو۔''

۶۔ وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ (۴۳)

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے فرمایا، اے قوم! اللہ کی عبادت کرو۔''

قرآنی آیات سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ فرد واحد کی نسل بڑھتے ہوئے قوم بن جاتی ہے۔ جیسے بنی اسرائیل

۲۔ قوم کا نام بھی ہوتا ہے، جیسے عاد، ثمود۔

۳۔ قوم کی نسبت علاقہ کی طرف ہوسکتی ہے۔ جیسے مدیَن۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۴۔ ہر قوم کو ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا۔

۵۔ عبادت الٰہی کا پیغام یک بار نہیں بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ ملتا رہا' جو منتخب بندۂ خدا لے کر آتا۔

قرآن مجید کی تعلیمات میں کہیں بھی ''قوم'' کے معنی ومطالب میں اشتراک نسل' اشتراک رنگ' اشتراک زبان اور ایک علاقہ کی بناء پر کسی دوسرے فرد واحد کو کم تر یا ہتک آمیز رویہ اختیار کرنے کی تعلیم موجود نہیں۔

بعض لوگ سورۃ الحجرات کی ایک آیت کریمہ کو بیان کر کے جواز فراہم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قومیں بنائی ہیں۔اسی تقسیم سے مسلم قوم کا تصور اُبھرتا ہے۔

رب کریم فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ (۴۴)

''اے لوگو! بے شک ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور قبیلے اور جماعتیں بنا دیں۔''

دراصل دور جدید پر فتن ہے' نئی نئی اصطلاحات متعارف ہو رہی ہیں۔جیسے اسلامی سوشلزم' اسلامی کیمونزم وغیرہ وغیرہ۔حالانکہ سرمایہ دارانہ نظام کے علاوہ بھی دوسرے نظام ہائے قوانین جو اسلامی قوانین سے ٹکراتے ہوں ان سب کو دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ربط دینا یا اختلاط کرنا کسی کم فہم یا ضعف ایمان کی علامت تو ہو سکتا ہے مگر مصدقہ تعلیمات نہیں' ایسے مسلم قومیت کا تصور اسلام مخالف عناصر سے آیا' اس کی کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ دین اسلام تحریف سے پاک ہے اس کو بدلنے کی سعی لاحاصل ہے۔

۲۔ عالم اسلام کی بڑی طاقت (اُمت مسلمہ) کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کی غرض ہے۔

۳۔ غیر مسلم عناصر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ایسا کرتے ہیں' جیسے برصغیر میں انگریز بہادر کا تقسیم بنگال کا مسئلہ تھا۔

۴۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفوظیت اور دائمیت میں اختراعات کا دخول کر کے' جیسے کئی اصطلاحات متعارف کروا کر' اسلامی سوشلزم وغیرہ۔

۵۔ اسلامی قانون کو ماقبل قوانین سے ماخوذ قرار دیتے ہیں جیسے مستشرقین کے ہاں رومی قانون سے اخذ شدہ ہے۔

۶۔ غیر مسلم ازل سے اس جستجو میں ہے کہ اُمت مسلمہ کو شرف محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محرومی ہو۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ''مسلم قومیت'' استعمال نہ کریں تو اہل اسلام کس نام سے پہچانے جائیں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

گے؟ جب دُنیا میں ہر گروہ، جماعت اور معاشرہ منفرد حیثیت رکھتا ہے تو مسلمانوں کی تخصیص کیا ہوگی؟ دین اسلام مکمل ضابطہ حیات رکھتا ہے اس لئے علیحدہ تشخص کے لئے ''اُمت کا تصور'' پیش کرتا ہے۔

اُمت کا تصور

حروف اصلیہ ''ا۔م۔م'' ہیں۔ اُمت، جماعت، مدت اور طریقہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔(۴۵)

محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں۔ ''عموماً کسی ایسے گروہ یا جماعت پر بولا جاتا ہے جن میں عقیدہ، وطن، قبیلہ یا کسی طرح کا اشتراک پایا جائے۔''(۴۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (۴۷)　''یہ جماعت گزر چکی۔''

دوسرے مقام میں ارشاد الٰہی ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً (۴۸)

''اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمت معتدل بنایا ہے۔''

سورۃ الانعام کی آیت کریمہ میں ہے۔

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم (۴۹)

''اور جو زمین میں چلنے والے جاندار اور اپنے پروں سے اُڑنے والے پرندے ہیں ان کے بھی تم لوگوں کی طرح گروہ ہیں۔''

تیسر القرآن میں بیان ہے۔

''امت وسط سے مراد ایسا اشرف اور اعلیٰ گروہ ہے جو عدل و انصاف کی روش پر قائم ہو اور افراط و تفریط، غلو اور تحقیق سے پاک ہو اور دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو۔''(۵۰)

امت کا تصور سابقہ سامی مذاہب میں بھی تھا مگر وہ کتب سماوی میں لغوی و معنوی تحریف اور لغویات کا ارتکاب کرتے رہے۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو مقام نبوت سے اعلیٰ رتبہ دے کر اقالیم ثلاثہ میں سے ایک قرار دیا اور یہود نے قتل کی سازش کی جبکہ امت مسلمہ کو سختی و نرمی سے درمیانی راہ پر چلنے کا حکم فرمایا اور گواہ رہنے کی تاکید فرمائی۔

امین احسن اصلاحی اُمم امثالکم، سب تمہاری طرح امتیں ہیں، کی تفسیر میں مخلوق خدا حیوانات، جمادات اور نباتات کو بھی علیحدہ علیحدہ امت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جس طرح تمہارے اجتماعی شعور نے تمہیں اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ تم اپنے آپ کو ایک سیاسی نظام

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کے اندر باندھ کر رکھو اسی طرح ان کی ہر نوع کے اندر بھی اپنی اجتماعی ہستی کا ایک شعور ہے جو انہیں آمادہ کرتا ہے کہ یہ ایک وحدت کے اجزاء کی طرح اپنے اجتماعی وجود کے بقاو تحفظ کا سامان کریں اور اپنے نوعی مقصد تخلیق کی تکمیل میں ان کا ہر فرد اپنا حصہ ادا کرے۔''(۵۱)

اس سے لفظ امت عین فطرت کا تقاضا ہے جو صرف امت مسلمہ کے لئے خاص نہیں بلکہ دوسری مخلوق خدا کی بھی نمائندگی کرتا ہے مگر امت خیر اور امت وسط صرف اہل اسلام ہی ہوں گے۔

ابتدائے اسلام ہی سے مسلمانوں کی سیاست میں اُمت کا تصور نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اسلامی ریاست کے قیام سے تقریباً ایک صدی تک جب تک دارالخلافہ ایک مقام رہا تمام مسلمان صرف ''اُمت'' ہی سمجھے جاتے تھے۔ تمام مسلمان دُنیا کی سیاسی نمائندہ ایک ہی ریاست تھی' ایک سیاسی انتظامیہ تھی جو دنیا بھر میں ''مسلم اُمت'' کو یکجا کرتی تھی۔ پہلی صدی ہجری کے ابتدائی عشروں میں مسلمان' اسلام کی سیاسی حدود سے باہر بھی آباد تھے۔ دوسرے خلیفہ راشد کے عہد میں ہندوستان' (۵۲) چین' مشرق بعید اور دنیا کے دوسرے حصوں میں مسلمان آباد تھے (۵۳) یہ آبادیاں یقیناً اُمت مسلمہ کا حصہ تھیں لیکن اسلام کی سیاسی وجغرافیائی حدود سے باہر تھیں۔ یوں عہد عباسی' عہد اُموی اور سلطنت عثمانیہ کے عروج تک ''اُمت کا تصور'' قائم رہا' جونہی اسلامی حکومت زوال پذیر ہوئی، غالب تہذیب کا تصور قومیت' امت پر چھا گیا۔

بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت

غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی عام نوعیت محض دوستی اور رواداری کی ہوتی ہے۔ تعلقات اور اتحاد کی راہ قائم کر کے اختلافات کا خاتمہ ہوتا ہے چونکہ اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد وحدت ربانی پر ہوتا ہے اس لیے غیر مسلموں کے ساتھ دائمی اتحاد ناممکن ہوتا ہے۔

اسلام غیر مسلموں کے ساتھ کسی ایسے معاہدے اور تعلق کو پسند نہیں کرتا جس سے کسی بھی طرح اسلام کی بے حرمتی کا پہلو نکلتا ہو یا غیر مسلموں کو حق رائے دیا جائے۔ جو مسلمانوں کے وقار کے منافی ہو نیز اسلام کسی ایسے معاہدے کو بھی جائز قرار نہیں دیتا جس میں شاطرانہ سیاست کاری سے مسلمانوں کے حقوق اور دولت و ثروت کو سلب کرنے کے حربے استعمال کئے گئے ہوں۔ اسلام اپنی رعایا کے ساتھ بھی انہی حدود کی پاسداری کو روا رکھتا ہے۔ روزنامہ ''جسارت'' کے ایڈیٹر محمد صلاح الدین اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''اسلام اپنے دائرہ نفاذ میں رہنے والے غیر مسلموں کو ہر ممکن تحفظ فراہم کرتا ہے...... وہ انہیں اپنے سایہ رحمت میں لیتا ہے اور اپنے ثمرات و برکات میں شریک کرتا ہے لیکن اپنی راہ میں رکاوٹ بننے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی لیے وہ انہیں ایسے مناصب سے الگ رکھتا ہے جن کا تعلق شریعت کی تعبیر و تشریح' اس کی روشنی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

میں پالیسیوں اور قوانین کی تشکیل اور ان کے نفاذ کے لیے قیادت و رہنمائی سے ہو۔'' (۵۴)

غیر مسلموں سے تعلقات کا اساسی مقصد بنی نوع انسان کی بہتری' امن کا قیام' ظلم کا خاتمہ اسلام کی رہنمائی میں لوگوں کی معاشی' سیاسی' معاشرتی اور مذہبی حقوق کی حفاظت ہے۔ اسلامی حکومت عالمگیر ہوتی ہے' اس لیے وہ بین الاقوامی تعلقات کو بروئے کار لاتی ہے۔ مگر اپنے اصل مقصد سے دستبردار نہیں ہوتی اور وہ ہے اسلام اور اہل اسلام کی بالادستی۔ جب بھی غیر مسلم عناصر کی جانب سے اس مقصد میں رخنہ اندازی ہوگی' ان سے تعلقات منقطع کر لیے جائیں گے۔

اسلام میں بین الاقوامیت کا تصور

اسلامی بین الاقوامی تصور کے لئے دو نکات ہر وقت ذہن نشین ہونے ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام کے بین الاقوامی تصورات کی بنیاد ہنگامی و عارضی حالات' مشترک مادی افکار اور کسی قوم کی سیاسی برتری سے ماوریٰ ہے بلکہ اللہ کریم کی طرف سے ایسا پاکیزہ تصور ہے جو انسان کو ایک رشتہ وحدت میں پرو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ زندگی کے خارج میں کوئی انقلاب اس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک کامل یقین نہ ہو' دلی کیفیت تبدیل نہ ہو۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''ان حالات میں مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ قانون بین الممالک جو حقیقت میں بین الممالک ہو اور قانون بھی ہو' مسلمانوں سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا آغاز کس طرح ہوا؟ اور چیزوں کی طرح یہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر مبنی ہے۔'' (۵۵)

ایک المیہ یہ ہے کہ ''بین الاقوامی تعلقات'' پہلے سیاسیات کی ایک شاخ کی حیثیت سے اور اب علیحدہ ڈسپلن (Discipline) کا درجہ رکھتا ہے' مگر نصابی کتب میں نہ صرف مستشرقین سے رہنمائی لی گئی بلکہ اسی کی ابتداء ہی بیسویں صدی عیسوی کے شروع سے کی ہے اور یہ دعویٰ باطل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ عہد نبوی' عہد خلفاء راشدین' عہد اُمیہ' عہد بنو عباس اور سلطنت عثمانیہ میں بین الاقوامیت کا تصور نہ تھا۔

ڈاکٹر غازیؒ اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔

''بین الاقوامی تعلقات کو مضبوط اخلاقی بنیادوں پر منظّم کرنے کے لئے مسلم بین الاقوامی قانون کے اس فیاضانہ حصے' اور اس موضوع پر مسلمان فضلاء کی جانب سے دوسری صدی ہجری سے تخلیق کئے گئے ٹھوس لٹریچر کے باوجود' یہ حقیقت افسوس ناک ہے اگر سب نہیں تو بیشتر مغربی سکالر اس ورثے کا اعتراف کرنے میں قطعی ناکام رہے ہیں' اوپن ھیم (Oppenheim) کی ''اے ٹریٹیز آف انٹرنیشنل لاء'' سے بہت متاثر رہا ہوں اور اس کا مطالعہ دور طالب علمی ہی سے بڑے غور و فکر اور احترام کے ساتھ کرتا رہا ہوں۔ مصنف کی علمیت اور کتاب کی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جامعیت میرے لئے انتہائی متاثر کن ثابت ہوئی۔لیکن مجھے یہ جان کر شدید مایوسی ہوئی کہ اس فاضل دانشور نے بھی بین الاقوامی قانون کے لئے مسلمانوں کے حصے کو نظر انداز کرنے کی راہ کا انتخاب کیا۔ بین الاقوامی قانون کی بنیادوں پر بات کرتے ہوئے اوپن ھیم یونانی تاریخ کا حوالہ دیتا ہے اور پھر رومیوں کی بات کرتا ہے۔اس کے بعد وہ ایک ہزار سال سے لمبی چھلانگ لگاتا ہے اور جدید مغربی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔''(۵۶)

اسلام دین الٰہی ہے' ضابطہ کامل ہے' اس کے بعد کسی شریعت کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ سابقہ کتب سماویہ کی ناسخ اور تا قیامت محفوظ ہے۔اس لئے اللہ کریم کو اپنی ساری مخلوق کا خیال ہے۔قرآن مجید میں ایک مخصوص گروہ کی بجائے پوری انسانیت سے خطاب فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ (۵۷) ''اے لوگو!''

يَا بَنِيْ آدَمَ (۵۸) ''اے اولادِ آدم!''

اس طرح کا خطاب زیادہ تر مکی سورتوں میں ہے حالانکہ اس وقت تو باقاعدہ ریاست قائم نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اوّل روز سے بین الاقوامیت کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں کی صفات کو بیان فرمایا ہے۔(۵۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد بین الاقوامیت کی پہلی تحریری سند ''میثاق مدینہ'' ہے' جو اسلامی ریاست کا ''دستور حقیقی'' بھی کہلاتا ہے۔اس تاریخی دستاویز میں غیر مسلموں اور ہر طبقہ کے افراد واقوام کے حقوق وفرائض کا تعین، ان کی مذہبی آزادی کا تحفظ اور ان کو پورا عزت واحترام دیا گیا ہے۔اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ اہل مدینہ (مسلمان' یہود' منافقین' مشرکین) حقوق کے لحاظ سے یکسانیت رکھیں گے۔

۲۔ ہر قوم اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کرے گی۔

۳۔ حالت جنگ میں معاہدین ایک دوسرے کی معاونت کریں گے۔

۴۔ آپس میں جھگڑا یا حالت نزاع میں فیصلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے۔(۶۰)

موجودہ بین الاقوامیت کی حیثیت

عصر حاضر میں بین الاقوامیت کا عروج عالمی جنگوں کے ردّعمل کے طور پر سامنے آیا۔اس سے پہلے اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے نظریہ قومیت کو بنیاد فراہم ہوئی۔

افسوس صد افسوس اہل مغرب انہی خیالی تصورات کو دامن میں سمیٹے بین الاقوامیت کو فروغ دینے لگے جس کے ردعمل میں استحصالی طبقہ کی طرف سے دہشت گردی' فساد اور بگاڑ ہونے لگا لیکن بڑی طاقتوں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

(Suprem Powers) نے اپنی پیشرو یونانی و رومی قوانین کو حتمی سمجھ کر ملکی مفاد کی خاطر اخلاقیات کو بالائے طاق رکھ دیا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ یونانی قوانین بارے لکھتے ہیں۔

''قدیم یونان کی تاریخ میں شہری مملکتوں کے تعلقات کی نوعیت کچھ ایسی تھی جس کی بناء پر میں اس کو انٹرنیشنل لاء قرار دینے کے لئے آمادہ نہیں۔ یونان کے باشندے سب ایک ہی نسل کے تھے' سب ایک ہی زبان بولتے تھے' ایک مذہب رکھتے تھے لیکن الگ الگ شہروں میں رہتے اور ہر شہر اپنی جگہ مطلق آزاد و خود مختار ہوتا۔ آپس میں لڑائیاں اور جنگیں بھی ہوا کرتی تھیں لیکن مغربی مصنفین کے بیان کے مطابق یونان کی شہری ریاستوں میں اگر کچھ معین قواعد تھے تو صرف اپنے ہم نسل یونانیوں کے ساتھ برتاؤ کے متعلق تھے۔ ایک یونانی شہر جو خود مختار مملکت کی صورت رکھتا' دوسرے یونانی شہر کے ساتھ تعلقات میں چند معین ضابطہ باقاعدہ نہیں تھا' کبھی کچھ برتاؤ ہوتا اور کبھی کچھ' کوئی اس سے باز پرس کا حق نہیں رکھتا تھا۔ یونانی قانون بین الممالک میں خامی یہ تھی کہ وہ صرف ایک محدود تعداد کے انسانوں سے متعلق تھا۔ باقی ساری دنیا کو وحشی قرار دے کر یونانی اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے ساتھ کسی معینہ قاعدے پر عمل کریں۔'' (۶۱)

اس کے بعد رومی سلطنت نے امریکہ بہادر کی طرح دنیا پر راج کیا' چونکہ اہل روم بھی عیسائیت کے پیروکار تھے اور امریکی بھی' اس لئے مستشرقین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اسلامی تصور بین الاقوامیت کو رومی تصور بین الاقوامیت کا مرہون منت ثابت کریں مگر مذموم ارادوں میں ناکامیاب رہے۔ اسی رومی قانون بین الممالک کے بارے میں لکھا ہے۔

''میں اس دَور کو بھی قانون بین الممالک کے لئے موزوں نہیں سمجھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرنگی مصنفوں کے بیان کے مطابق' رومی سلطنت اگر جنگ یا امن کے زمانے میں معین قواعد پر عمل کرتی تو ساری دنیا کے ساتھ نہیں بلکہ صرف ان سلطنتوں کے ساتھ جن سے ان کے معاہدے رہے ہیں۔'' (۶۲)

آج بھی ترقی یافتہ ممالک یونان اور روم کی طرح بین الاقوامیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں، جس میں مفادات لپٹے ہوئے ہیں۔

بین الاقوامی تعلقات کی حدود

اسلام دیگر اقوام سے تعلقات کے حوالے سے کچھ تحفظات بھی رکھتا ہے۔ وہ انسانیت کی بنا پر ہر طرح کے تعلقات استوار کرنے کا روادار ہے تاہم دین و مذہب اور تشخص (Identification) کے حوالے سے بہت محتاط اور متوازن رویہ رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نہ تو ایسے افراد سے مکمل مقاطعہ کر لیں کیونکہ اس سے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے درمیان ایک ذہنی خلیج حائل ہو جائے گی' دونوں کے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

درمیان نفرت اور مخالفت کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اس رواداری میں اس قدر آگے بڑھیں کہ سب کچھ ہی ان کے حوالے کر دیا جائے۔

۱۔ رازداری سے ممانعت

ہمیں غیر مسلم افراد کو اپنا راز دار بنانے اور بغیر سوچے سمجھے دوستیاں قائم کرنے کی ممانعت کی گئی ہے' ارشاد الٰہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لاَ يَأْلُونَكُمْ خَبَالاً وَدُّواْ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاء مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ (۶۳)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھیں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم کو تکلیف پہنچے۔ ان کی دشمنی ان کی باتوں سے ظاہر ہے اور جو کچھ ان کے دل چھپائے ہوئے ہیں' وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اگر تم سوجھ بوجھ رکھتے ہو ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر ظاہر کر دی ہیں اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔''

سید قطب مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ملت کے سوا کسی کو اس طرح اپنا معتمد اور مشیر نہ بناؤ کہ اس سے اپنے اور ملت و حکومت کے راز کھول دو۔ عین حکمت کے مطابق مسلمانوں کو اپنی تنظیم اور مخصوص شعائر کی حفاظت کے لیے یہ احکام بھی صادر فرمائے کہ قانونِ اسلام کے منکروں اور باغیوں سے تعلقات ایک خاص حد سے آگے بڑھانے کی اجازت مسلمانوں کو نہیں دی جا سکتی۔'' (۶۴)

۲۔ روابط کی شرعی حدود

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بین الاقوامیت نیکی' دوستی اور حسن معاشرت کے تعلقات کس طرح پیدا کئے جا سکتے ہیں جب کہ قرآن خود کفار کے ساتھ دوستی پیدا کرنے اور حلیف بنانے کی مخالفت کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (۶۵)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری مخالفت میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان کو دوست بنائے گا' وہ بے شک انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالموں کو راہ ہدایت نہیں دکھایا کرتا۔''

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اس سوال کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ آیات کا حکم علی الاطلاق نہیں ہے کہ ہر یہودی، نصرانی اور کافر پر اس کا اطلاق ہو ورنہ یہ بات ان آیتوں اور نصوص کے خلاف ہو گی۔ جن میں خیر پسند لوگوں کے ساتھ خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں دوستانہ تعلق کو جائز قرار دیا گیا ہے اور اہل کتاب کے ساتھ مصاہرت کا رشتہ اور کتابیہ کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔

جن آیات میں موالات سے منع کیا گیا ہے ان کا تعلق دراصل ایسے لوگوں سے ہے جو اسلام کے دشمن ہوں اور مسلمانوں کے خلاف برسر جنگ بھی ہوں۔ ان کی مدد اور پشت پناہی کرنا، انہیں راز دار بنانا اور ملی مفاد کے خلاف انہیں اپنا حلیف بنا کر ان کی قربت حاصل کرنا کسی مسلمان کے لیے ہرگز جائز نہیں۔

۳۔ اسلام مکمل سازگاری کا قائل نہیں

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ روشن خیالی اور آزادروش اس قدر نہ ہو کہ ہم اپنی اقدار و روایات کو ہی بھول جائیں، اپنے ملی تشخص کو ہی فراموش کر دیں اور دینی شعار پر ہی سمجھوتہ کر لیں۔ یہ رواداری نہیں ہے بلکہ یہ خودفراموشی اور کامل سازگاری ہے۔ اسلام کبھی بھی اپنے ملکی تشخص پر سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ اس سے ملکی پہچان ختم ہوتی ہے۔ اسلام ہر صورت میں اپنے فکر و فلسفہ کا تحفظ چاہتا ہے۔ دین و ایمان کی بقا کا خواہش مند ہے، اپنا وجود اور تشخص گم نہیں کر دینا چاہتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیرہ سالہ مکی زندگی سے بھی یہی سبق ملتا ہے۔ آپ نے ہر طرح کا تشدد اور ظلم برداشت کر لیا لیکن مداہنت اور سودے بازی کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ (٦٦)

''وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔''

اسی طرح کفار مکہ چاہتے تھے کہ ان کے اور آپ کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے۔ جس سے نہ وہ آپ کے دین کو بُرا بھلا کہیں اور نہ آپ ان کے مذہب کو باطل ٹھہرائیں۔ لیکن آپ نے صاف صاف بتا دیا کہ اسلام اور کفر کی راہیں جدا جدا ہیں لہٰذا ان دونوں میں سے کسی بات پر مصالحت نہیں ہو سکتی۔ قرآن حکیم نے ان الفاظ میں اسی اہم حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (٦٧)

''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

اسلام محاربین اور غیر محاربین کے درمیان فرق روا رکھتا ہے۔ قرآن حکیم بین الاقوامی تعلقات کے حوالہ سے تمام پہلوؤں میں رہنمائی کرتا ہے۔ اس نے یہ واضح کر دیا ہے مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے لیے حدود و شرائط کیا ہیں۔ یہ اتحاد کن پہلوؤں سے ہو سکتا ہے اور کن پہلوؤں سے نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلے میں اسلام نے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اصولی قاعدے وضع کر دیئے ہیں۔

صلح جو غیر مسلم کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ○ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (٦٨)

''اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تو انہیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی، جو شخص ان سے دوستی کرے وہی ظالم ہے۔''

اسلامی ریاست کا جن قبیلوں' قوموں اور ملکوں سے صلح و آشتی کا معاہدہ ہوگا ان کے ساتھ عدل و انصاف اور رواداری کا ہی نہیں بلکہ برّ و احسان کا رویہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ جو قوم اسلامی ریاست سے برسرِ پیکار ہے' اس میں بھی ایسے گروہ اور طبقات ہو سکتے ہیں جن کے دل میں اسلامی ریاست سے حریفانہ جذبات نہ ہوں اور جو اسلام اور مسلمانوں سے ہمدردی رکھتے ہوں' ان کے ساتھ بھی بہتر تعلقات رکھنے اور ہمدردی و تعاون کا رویہ اختیار کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔

اسی طرح محارب قوم کے وہ افراد جو جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے (جیسے عورتیں بچے اور معذور وغیرہ) ان کے ساتھ وہ رویہ اختیار نہیں کیا جائے گا۔ جو برسرِ جنگ افراد کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ وہ ہمدردی اور لطف و محبت کے مستحق ہوں گے۔

۴۔ معاہدات کی حیثیت

اسلام معاہدات کی پاسداری کی تاکید کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے میثاق' صلح نامے اور معافی نامے من و عن پہنچتے ہیں جس کی صداقت میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس لئے فقہاء نے ایک سوال اُٹھایا ہے کہ کسی دُشمن ملک یا قوم سے دائمی معاہدہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ اس میں علماء کے دو گروہ ملتے ہیں پہلا گروہ معاہدہ کی دائمیت کا قائل نہیں جب کہ دوسرا گروہ معاہدہ پر عمل ضروری قرار دیتا ہے۔

جو علماء دائمی معاہدہ کو قرآن و سنت کے خلاف کہتے ہیں وہ درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (۶۹)

''اور کمزوری دکھاؤ، نہ غمگین ہو، تم ہی بلند رہو گے اگر تم مومن بن کر رہے۔''

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ صلح بجائے خود ایک کمزوری کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مستقل طور پر اس صورت میں رکھنا پسند نہیں کرتا بلکہ مومنوں کا درجہ تو غیر مسلموں سے کہیں اعلیٰ ہے۔ ویسے بھی صلح کی بات تو کمزور فریق ہی کرتا ہے۔

پھر اس لئے بھی یہ سہی نہیں آئندہ اسلام کے فروغ کے لئے اگر معاہدہ توڑنا پڑے تو معاہدہ شکنی ہوگی نیز اگر مستقل معاہدہ کر لیا جائے تو ترک جہاد کے مترادف ہوگا۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں۔

لاتجوز المعاهدة مطلقا من غير تقدير مدة لانهٔ يفضى الى ترك الجهاد بالكلية (۷۰)

''بغیر کسی مدت کی تعین کے مطلق معاہدہ صلح کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ایسا معاہدہ بالکلیہ جہاد کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔''

مولانا مجیب اللہ لکھتے ہیں۔

''امام ابن تیمیہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا رجحان اسی طرف ہے۔'' (۷۱)

دوسری جانب علماء کہتے ہیں۔ دائمی معاہدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعامل کے عین مطابق ہے۔ اسلام میں اصل چیز تو امن ہے، جنگ شرعی ضرورت کے تحت کی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا (۷۲)

''اگر تم سے کنارہ کشی کریں اور جنگ سے باز آ جائیں اور تیری طرف صلح کا پیغام دیں پھر اللہ نے تمہارے لئے کوئی اور راہ نہیں بنائی۔''

ثانی الذکر گروہ پہلی آیت کو منسوخ مانتے ہیں اور ان کے پاس نسخ کی کوئی قوی دلیل بھی نہیں ہے۔ حالانکہ دونوں آیات میں تطبیق ہو سکتی ہے یعنی اوّل آیت بوقت جنگ نافذ ہوگی جبکہ دوم آیت کریمہ عام حالات میں نافذ ہوگی۔ مولانا ندوی لکھتے ہیں۔

''امام ابوحنیفہ اس رائے کے قائل ہیں اگر امام مصلحت سمجھتا ہے تو وہ مطلق اور دائمی معاہدہ بھی کر سکتا ہے اور مقید اور عارضی بھی۔'' (۷۳)

اگر معاہدہ توڑنے کا معقول سبب ہو تو، توڑا جا سکتا ہے۔ سورہ انفال میں ارشاد ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاء (۷۴)

''اگر تمہیں کسی قوم سے بدعہدی کا خوف ہو تو برابری کی سطح پر واپس لوٹا دو۔''

اس سلسلے میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے رہنمائی ملتی ہے جیسے صلح حدیبیہ۔

میری رائے میں معاہدات دائمی ہوں یا عارضی ہوں، ان کا مقصد فریقین کو مستحکم کرنا ہوتا ہے، خواہ آپس میں متحد ہو کر یا مشترکہ دشمن سے نجات پانے کی غرض سے لیکن کوئی ایک جماعت خلاف عہد حرکت کرے گی تو حصول مقصد محال ہوگا۔ جس سے شرانگیزی پروان چڑھنے کے قوی امکانات ہوں گے۔ اس لئے عہد شکنی جائز ہوگی۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ ترک جہاد لازم نہیں آتا۔ اس لئے معاہدات کی پاسداری، جہاں تک ہو کرنے میں حرج بھی نہیں ہے۔

۵۔غیر مسلموں پر اسلامی قانون کی حد

اس سلسلے میں میثاق مدینہ سے رہنمائی ملتی ہے جو رسول اللہ کی ہجرت مدینہ کے بعد یہود کے مختلف قبائل، جو یثرب میں اور اطراف میں آباد تھے، کے درمیان طے پایا تھا۔ اس لحاظ سے وہ اسلامی ریاست مدینہ کا ایک حصہ بھی تھے اور جداگانہ مملکت کی حیثیت بھی تھی۔ بعض علماء یہودیوں کو الگ آزاد ریاست کا درجہ دیتے ہیں اور ان کے علاقوں کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔(۷۵)

ایک سوال بڑا اہم ہے کہ جو غیر مسلم اسلامی ریاست کے شہری ہیں کیا ان پر بھی اسلامی قانون نافذ ہوگا یا کس حد تک آزاد ہوں گے۔

اس موضوع پر ''ذمیوں کے حقوق'' کے عنوان سے مواد ملتا ہے۔ غیر مسلم کو مذہبی آزادی ہے اور نکاح، طلاق، وراثت میں بھی اپنے قانون پر عمل کر سکتے ہیں مگر جب غیر مسلم فیصلہ کے لئے اسلامی عدالت سے رجوع کرے گا اسلامی قانون کے مطابق ہی رہنمائی دی جائے گی۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں۔

''ذمی (غیر مسلم) اگر ایک دوسرے کے خلاف شکایت کریں اور مدد طلب کریں تو حاکم انہیں عدالت میں طلب نہیں کرے گا، وہ اپنے مذہبی امور میں ہمارے قانون کے پابند نہیں ہیں، انہیں اس کا پابند بنانے میں ایک تو ان کے مذہبی امور کے نگرانوں اور حکام کا نقصان ہوگا دوسرا یہ کہ ان کے مذہب میں ترمیم ہوگی۔ ان معاملات میں اگر وہ ہمارا فیصلہ قبول کرنے کے لئے تیار ہوں تو بھی حاکم کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رہے گا۔ البتہ جب وہ فیصلہ کرے گا تو اسلامی قانون کے مطابق کرے گا۔''(۷۶)

امام ابن قیم کہتے ہیں۔

''ذمی کھلے عام فحش کاموں کا ارتکاب کریں، مثال کے طور پر زنا اور لواطت جیسے اعمال یا وہ سودی کاروبار

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کرنے لگیں تو انہیں اس سے باز رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ نکاح کی طرح یہ ان کا ذاتی معاملہ نہیں ہے بلکہ اس کا اثر پورے معاشرے پر پڑ سکتا ہے' اس لئے ان کاموں کی اجازت نہ ہوگی۔'' (۷۷)

علامہ ابوبکر حصاصؒ نے مفصل انداز سے بیان کیا ہے' لکھتے ہیں۔

''احناف کی رائے یہ ہے کہ بیع' وراثت اور تمام کاروباری معاہدوں میں مسلمانوں کی طرح ذمی بھی احکام اسلام کے پابند ہوں گے' البتہ انہیں اپنے درمیان شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت کی اجازت ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ چیزیں مال شمار ہوتی ہیں۔ اگر ان کی خرید و فروخت' تصرف اور انتفاع ان کے لئے جائز نہ ہو تو یہ چیزیں ان کے لئے مال نہ ہوں گی۔ اگر کوئی انہیں ختم کر دے تو تاوان لازم نہ آئے گا۔ حالانکہ اس بارے میں ہمارے علم کی حد تک فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص ذمی کی شراب ختم کر دے تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ چنانچہ یہی بات حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کو لکھی تھی کہ ذمیوں کو ان چیزوں کی خرید و فروخت کی اجازت دی جائے' اس سے جو منافع انہیں حاصل ہو اس سے عشر (زمین کا ٹیکس) لیا جائے' ان کے علاوہ باقی معاملات میں وہ ہمارے احکام کے پابند ہوں گے۔'' (۷۸)

علامہ ابن قدامہؒ کے درج ذیل بیان سے مزید وضاحت ہو جائے گی۔

۱۔ اسلام کے نکاح و طلاق کے قوانین' اگر وہ چاہیں تو ان کے لئے بھی ہوں گے' جیسے طلاق' ظہار' ایلاء' مہر وغیرہ اس طرح جو رشتے مسلمانوں کے لئے حرام ہیں وہ ان کے لئے بھی حرام ہوں گے۔

۲۔ ان کے جو نکاح اسلامی شریعت کے لحاظ سے ناجائز اور حرام چلے آ رہے ہیں' ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا ہم انہیں دو شرطوں سے باقی رکھیں گے' ایک یہ کہ وہ اس معاملے میں ہماری طرف رجوع نہ کریں' ورنہ ہم اپنے قانون کے مطابق فیصلہ کریں گے' دوسری شرط یہ کہ نکاح خود ان کے مذہب اور عقیدے کے لحاظ سے جائز ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا لیکن ان کے نکاح اور ازدواجی قوانین سے تعرض نہیں کیا' جب کہ یہ بات معلوم تھی کہ وہ اسلامی نقطہ نظر سے محرمات سے نکاح جائز سمجھتے ہیں۔ (۷۹)

قرآن حکیم میں اس سلسلے میں ارشاد ہے۔

فَإِن جَآؤُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئاً وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (۸۰)

''اگر یہ (آپؐ) تمہارے پاس آئیں تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کرو یا اعراض کرو' اگر تم اعراض کرو گے تو تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو' بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دوسرے مقام پر حکم ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ عَمَّا جَاءكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجاً (۸۱)

''ہم نے یہ کتاب حق سے نازل کی ہے جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان ہے، پس آپ ان کے درمیان اس کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل کی ہے اور جو حق آپؐ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریقہ رکھا ہے۔''

انہی آیات کریمہ کی روشنی میں مختلف مکاتیب فکر کے علماء نے تفسیر بیان کی ہے کہ ذمی طے شدہ ٹیکس ادا کریں گے تو اسلامی ریاست ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ ہوگی۔ یہ سب معاشرے میں بحال امن کے لئے ہوگا۔ اگر انتشار کا سبب بنے تو حاکم وقت دخل اندازی کرے گا اور اختیارات کا استعمال لازم آئے گا۔ دین اسلام مسلم و غیر مسلم دونوں کی حدود نہ صرف مقرر کرتا ہے بلکہ قوانین کا نفاذ بھی ممکن بناتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ بنی اسرائیل:۸۰

۲۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، جلد نمبر۲، لاہور: ترجمان القرآن، ۲۶۔اگست ۱۹۹۶ء، ص ۶۳۸

۳۔ الذمخشری، محمود بن عمر، جاراللہ، الکشاف عن حقائق التنزیل وحیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، جلد نمبر۲، بیروت: دارالمعرفۃ لبنان۔ ص ۴۶۳

۴۔ الرازی، فخرالدین بن ضیاءالدین، تفسیر الفخرالرازی، جلد نمبر۲، بیروت: دارالفکر لبنان، ۱۴۱۰ھ، ص ۳۴

۵۔ ابن کثیر، اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تفسیر سورہ سبحان، بیروت: دارالمعرفۃ لبنان، ۱۳۸۸ھ، جلد نمبر۳، ص ۵۹

۶۔ ایضاً، ص ۵۹

۷۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، جلد نمبر۲، لاہور: ترجمان القرآن، ص ۶۳۸

۸۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح باب فی الولی، عدد حدیث ۲۰۸۳، مشمولہ: موسوعۃ السنۃ، مرتبہ: صالح بن عبدالعزیز، ریاض: دارالاسلام والتوزیع، اپریل ۱۹۹۹ء، ص ۱۳۷۶

۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی اُردو لغت، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۱۹۹۲ء، ص ۱۲۹۷

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۰۔ E. W. Lances. (1982). Arabic English Lexicon Lahore: Islamic book Centre. Vol. 1, Part. 3, P.935

۱۱۔ عملہ ادارت، اُردو لغت بورڈ، جلد نمبر۱۴، کراچی: ترقی اُردو بورڈ جنوری ۱۹۹۲ء، ص ۳۷۳

۱۲۔ احمد دہلوی، سید، فرہنگ آصفیہ، جلد نمبر۳، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ گلبرگ جون ۱۹۷۷ء، ص ۴۰۲

۱۳۔ ابن منظور، محمد بن المکرّم، لسان العرب، جلد نمبر۱، لبنان: دار المعارف بیروت، ص ۳۷۸۶

۱۴۔ الحجرات:۱۱

۱۵۔ المراغی، احمد مصطفیٰ، تفسیر المراغی، جلد نمبر۹، بیروت: احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵، ص ۱۳۲

۱۶۔ السیوطی، عبدالرحمٰن بن اَبی بکر، محمد بن احمد المحلی، تفسیر الجلالین، لبنان: دار المعارف بیروت، ۱۴۰۳ھ، ص ۶۸۶

۱۷۔ عملہ ادارت، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد نمبر۱۶، ص ۴۴۶

۱۸۔ المائدہ:۵۸

۱۹۔ Sally Wehmeier, C.McIntosh, J.Turnbul. (2005). Oxford Advanced Learner's Dictionary(7th ed.). Oxford University Press P. 1014

۲۰۔ http//.www.encyclopedia wikipedia.org/wiki/ state/ nation

۲۱۔ غازی، محمد احمد، ڈاکٹر، اسلام بین الاقوامی قانون اور آج کی دنیا، اسلام آباد: انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، ۲۰۱۱، ص ۶۲

۲۲۔ Kapoor and Tandon . (1980). International Law. Lahore. Mansoor Book House. P.12

۲۳۔ Nussbaum, A. (1954). Aconcise History of the Law of Nation. P18

۲۴۔ عبدالحمید احمد، ابوسلیمان، اسلام اور بین الاقوامی تعلقات منظر و پس منظر، لاہور: فینس بکس، ۱۹۸۷، تعارف از: ڈاکٹر اسماعیل ابی الفاروق شہید، ص ۱۴

۲۵۔ David L. Sillr. (1972). International Encyclopedia of the Social Sciences. New Yark: The Macmillan Company. Vol. 12, P.8

۲۶۔ محمد تقی امینی، مولانا، لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر، لاہور: مکی دار الکتب غزنی سٹریٹ، ۱۹۹۶، ص ۱۹، ۶۰

۲۷۔ James Hastings. (Edited). Encyclopedia of Religion and Ethics. New York: Charles Scribner's Sons. Vol. ix, P.191

۲۸۔ Joseph Frankel. (1972). International Relations. New Yark: Oxford University Press. P.14-21

۲۹۔ الرعد:۷　　۳۰۔ الاعراف:۵۸

۳۱۔ الانعام:۹۸　　۳۲۔ الانعام:۹۹

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۳۳۔ الانعام:۱۲۶　　۳۴۔ المائدہ:۵۱

۳۵۔ المائدہ:۶۷　　۳۶۔ الانعام:۱۴۷

۳۷۔ التوبہ:۲۴　　۳۸۔ الاعراف:۵۹

۳۹۔ الممتحنہ:۴　　۴۰۔ المائدہ:۲۷

۴۱۔ الاعراف:۶۵،ھود:۵۰　　۴۲۔ الاعراف:۷۳،ھود:۶۱

۴۳۔ الاعراف:۸۵،ھود:۸۴　　۴۴۔ الحجرات:۱۳

۴۵۔ محمد میاں صدیقی، ڈاکٹر، قرآن مجید کا لغت، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۱، ص ۹۹

۴۶۔ ندوی، محمد حنیف، مولانا، لسان العرب، جلد نمبر ۱، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۱۹۹۸ء، ص ۱۱۵

۴۷۔ البقرہ:۱۳۴　　۴۸۔ البقرہ:۱۴۱　　۴۹۔ الانعام:۳۸

۵۰۔ عبدالرحمٰن، کیلانی، تیسیر القرآن، جلد نمبر ۱، لاہور: مکتبہ السلام وسن پورہ، ۱۴۲۰ھ، ص ۹۴

۵۱۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، جلد نمبر ۳، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۸۳ء، ص ۴۸

۵۲۔ Qureshi, I.H. (1977). The Muslim community of the Indo-Pakistan Subcontinent. Karachi. Ma'aref Ltd. PP.5-15

۵۳۔ Arnold, T.W. (1979). The Preaching of Islam. Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf. Ch.2. PP 15-22

۵۴۔ محمد صلاح الدین (ایڈیٹر)، بنیادی حقوق، مشمولہ: روزنامہ جسارت، کراچی، ۱۲۔اپریل ۱۹۹۴ء، ص ۳۲۵

۵۵۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، اسلامی ریاست، ص ۱۵۵

۵۶۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، اسلام بین الاقوامی قانون اور آج کی دنیا، ص ۷۰۔۷۱

۵۷۔ النساء:۱، الحجرات:۱۳　　۵۸۔ الاعراف:۲۶، ۲۷، ۳۵

۵۹۔ المومنون:۱۔۱۰

۶۰۔ محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدہ، مصر: لجنۃ التالیف، القاہرہ، ۱۹۴۱، ص ۲۔۷

۶۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، اسلامی ریاست، لاہور: الفیصل ناشران، جنوری ۱۹۹۹ء، ص ۱۵۰

۶۲۔ ایضاً، ص ۱۵۱　　۶۳۔ آل عمران:۱۱۸

۶۴۔ قطب سید، فی ظلال القرآن، جلد نمبر ۳، لبنان: داراحیاء التراث العربی بیروت، س ن، ص ۴۳

۶۵۔ المائدہ:۵۱　　۶۶۔ القلم:۹

۶۷۔ الکٰفرون:۶　　۶۸۔ الممتحنہ:۸، ۹

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۶۹۔ آل عمران:۱۳۹ ۷۰۔ ابن قدامہ، المغنی، جلد نمبر۲، ص۴۵۹

۷۱۔ ندوی، مجیب اللہ، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، ص۱۱۵

۷۲۔ النساء:۹۰

۷۳۔ ندوی، مجیب اللہ، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، ص۱۱۶

۷۴۔ الانفال:۵۸

۷۵۔ عمری، جلال الدین، اسلامی ریاست میں غیر مسلموں پر اسلامی قانون کا نفاذ کس حد تک، مشمولہ: ماہنامہ الحق، جلد نمبر۴۲، شمارہ نمبر۶، (مولانا سمیع الحق) مدیر: اکوڑہ: خٹک، مارچ ۲۰۰۷، ص۳۲۱

۷۶۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد نمبر۳، لبنان: دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۸ء، ص۱۲۱

۷۷۔ ابن قیم، احکام اہل الذمہ، جلد نمبر۲، عرب: مطبع مادی سعودی ۱۹۹۷ء، ص۷۶۵

۷۸۔ جصاص، ابوبکر، احکام القرآن، جلد نمبر۲، لبنان: دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۴ء، ص۵۴۳

۷۹۔ ابن قدامہ، المغنی، جلد نمبر۱۰، مصر: مطبع قاہرہ، ۱۹۹۲ء، ص۳۳

۸۰۔ المائدہ:۴۲ ۸۱۔ المائدہ:۴۸

☆☆☆☆☆☆

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.